OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com

اردو محاورہ ناقدین کی آرا کی روشنی میں ایک تحقیقی جائزہ

A Research Review of Urdu Idioms in the Light of the Opinions of Critics

Hina Naseem
Ph.D Scholar, Department of Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi Khan.

Dr. Waseem Abbas Gul
Lecturer, Department of Urdu, Ghazi University, Dera Ghazi Khan.

Received on: 02-10-2025 Accepted on: 04-11-2025

Abstract

This article primarily discusses the importance and usefulness of idioms in the Urdu language, while also examining the use of idioms in the light of the opinions of various critics. The word "idiom" is apparently an Arabic word. It is used as a noun in Urdu. It was first used in writing in 1840 in Ahwal-ul-Anbiya. Basically, an idiom is a phrase that is a means of explaining a situation in short words, and its use in common speech and conversation is prominent and a model of politeness. Therefore, this research article discusses the idiom and the opinions of critics on it.

Keywords: Urdu, Idioms, Language, Society, Literature, Critics.

موضوع پر گفتگو

محاورہ عربی زبان کا لفظ معلوم ہوتا ہے۔ اردو میں بطور اسم مستعمل ہے۔ سب سے پہلے ۱۸۴۰ء کو احوال الانبیاء میں تحریر مستعمل ملتا ہے۔ (اردو لغت تاثر) محاورہ اسم مذکر ہے۔ یہ اسم نکرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کی جمع محاورات ہے جو کہ اسم مؤنث ہے۔ انگریزی میں محاورے کو idiom کہتے ہیں لیکن ”اردو محاورات کا تہذیبی مطالعہ“ میں ڈاکٹر عشرت جہاں ہاشمی نے محاورے کے لیے ”Proverb" کا لفظ استعمال کیا ہے Dictionary of literacy terms English-Urdu میں Proverb کی اردو کہاوت یا ضرب المثل ہے۔ محاورے کے لغوی معنی بات چیت، ہم کلامی گفتگو اور بول چال کے ہیں۔ اصطلاح عام میں محاورہ سے مراد دو یا دو سے زائد الفاظ کا مجموعہ جو مصدر سے مل کر بنا ہو اور اپنے لغوی معنی کی بجائے مجازی معنی میں استعمال ہو محاورہ کہلاتا ہے۔ مثلاً پسلی پھڑکنا، دن دکھانا، آب آب ہونا، قول ہارنا، آنکھ دکھانا اور چراغ سحری ہونا وغیرہ محاورات ہیں۔

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا
بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے(۱)
(آتش)

آئینہ دیکھ اپنا سا منھ لے کر رہ گئے

صاحب کو دل نہ دینے پر کتنا غرور تھا(۲)

(غالب)

کوئی امید بر نہیں آتی
کوئی صورت نظر نہیں آتی(۳)

(غالب)

یہ راز کی پیاس خون پی لے گی مرا
یہ علم کی بھوک کھا کے چھوڑے گی مجھے(۴)

(جوش)

ان اشعار میں اپنا سامنھ لے کر رہ جانا، امید بر آنا اور خون پینا محاورات ہیں۔ مختلف لغات میں محاورات کی تعریف کچھ اس طرح ملتی ہے۔

فرہنگ آصفیہ میں محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح بیان ہوئی ہے۔

''وہ کلمہ یا کلام جسے چند ثقافت نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے واسطے مختص کر لیا جیسے حیوان سے کل جاندار مقصود ہیں مگر محاورے میں غیر ذوی العقول پر اس کا اطلاق ہوتا اور ذوی العقول کو انسان کہتے ہیں۔''(۵)

انسان کو حیوان ناطق کہا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسرے حیوانوں اور انسانوں کے درمیان امتیازی نشان یہ ہے کہ انسان باوقت ضرورت اپنے خیالات کو الفاظ میں ظاہر کر سکتا ہے۔ محاورے مندرجہ بالا تعریف کے مطابق حیوان سے مراد کل جاندار ہیں مگر محاورے میں غیر ذوی العقول پر تو اس کا اطلاق ہوتا ہے لیکن ذوی العقول پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا کیونکہ انسان اپنے عندیے اور خیالات کو الفاظ کا جامہ پہنا کر بہت عمدگی اور خوبصورتی سے اپنے خیالات کا اظہار کر سکتا ہے اور ذوی العقول میں یہ خوبی موجود نہیں۔

کلاسیکی ادب کی فرہنگ میں محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح رقم ہے:

''محاورہ بول چال کے معنی میں بھی آتا ہے اور بول چال کا مطلب ہے ایک خاص قسم کی ترتیب الفاظ جو اہل زبان کی زبان پر ہو اور جس کے خلاف بولنا فصاحت کے خلاف ہو۔''(۶)

محاورہ کوئی عام سطح نہیں ہے۔ یہ خاص لوگوں کی گفتگو ہے۔ ان کے بول چال کا ایک خاص انداز ہے۔ محاورات کا استعمال عام طور پر زیادہ تر اہل علم کرتے ہیں۔ محاورات میں الفاظ کی ترتیب اور تراکیب کا مکمل دھیان کرنا پڑتا ہے۔ الفاظ کی ترتیب اور ترکیب میں تھوڑا سا ردوبدل محاورات میں بہت بڑی لغزش کا باعث ہو سکتی ہے۔ محاورہ کی زبان اہل زبان کے بول چال کے پیمانوں پر پورا اترتی ہے کیانکہ اہل زبان کی زبان فصیح ہوتی ہے۔ محاورہ قواعد کا پابند ہوتا ہے۔ اس میں اہلِ زبان بھی تبدیلی نہیں کر سکتے۔ مثلاً ''سر سہرا رہنا'' محاورہ ہے تو اس کو سر پر سہرا رہنا نہیں کہہ سکتے۔ کریم اللغات میں محاورہ کی تعریف کچھ یوں درج ہے۔

''گفتگو، بات چیت، جواب دینا۔''(۷)

محاورے کو زبان میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ یہ وہ مرکزی نقطہ ہیں جو مختصر ہونے کہ باوجود اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی بہت ساری حقیقتوں کو اپنے اندر سمیٹ لیتے ہیں۔ محاورات ہماری روز مرہ کی گفتگو کا حصہ ہیں۔ ہم اپنی روزانہ کی گفتگو میں بہت سے محاورات کا استعمال کرتے ہیں۔ محاورے ہمارے ذاتی اور معاشرتی زندگی سے گہرہ رشتہ رکھتے ہیں۔ محاوروں میں ہماری نفسیات بھی شریک ہوتی ہے۔ مگر یہ بات ذہن میں نہیں آتی کہ محاورات ہماری نفسیاتی کیفیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ شاید اسی وجہ سے محاورہ کو گفتگو اور بات چیت کہا گیا ہے۔

لغات کشوری میں محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح کی گئی ہے:

''آپس میں کلام کرنا، ایک دوسرے کو جواب دینا گفتگو کرنا۔''(۸)

نول کشور نے آپس میں کی جانے والی تمام باتیں ہر طرح کی گفتگو کو محاورہ کہا ہے۔ میر امن دہلوی بھی بات چیت اور گفتگو کے لیے محاورہ کا لفظ استعمال کرتے ہیں:

''میں نے بھی اس محاورے سے لکھنا شروع کیا جیسے کوئی باتیں کرتا ہو۔''(۹)

اردو لغت (تاریخی اصول پر) میں محاورے کی وضاحت کچھ یوں ملتی ہے:

''وہ کلمہ یا کلام جسے معتبر لوگوں نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے لیے مخصوص کر لیا ہو۔ (حقیقی معنوں کی جگہ مجازی معنوں میں استعمال)۔''(۱۰)

محاورے وہ الفاظ ہیں جو لغوی معنوں کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص معنی کے لیے مخصوص کر لیے جاتے ہیں۔ مثلاً ''بجلی گرانا''، ایک مشہور محاورہ جس کے لغوی معنی ہیں آسمانی بجلی کا کسی کے اوپر گرانا جبکہ اس کے لغوی معنی ہیں آفت ڈھانا یا مصیبت ڈھانا۔ جب کسی شخص پر آسمانی بجلی گرائی جائے گی تو ظاہر ہے اس پر مصیبت اور آفت آئے گی تو اس لحاظ سے اس محاورہ کے لغوی معنی کی مناسبت سے مختص ہوئے ہیں۔ اس طرح ایک اور مشہور محاورہ ہے ''دکان بڑھانا'' جس کے معنی ہیں دکان کو بڑا کرنا یا اس میں موجود سامان میں اضافہ کرنا۔ لیکن اس محاورے کے مجازی معنی ہیں دکان بند کرنا اس لحاظ سے اس محاورہ کے معنی لغوی معنی کی غیر مناسبت سے مختص کر لیے گئے ہیں یا پھر یوں کہہ سکتے ہیں کہ محاورہ کا اطلاق ان افعال پر ہوتا ہے جو کسی اسم کے ساتھ مل کر اپنے حقیقی معنی کی بجائے مجازی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ مثلاً ''اتارنا'' کے لغوی معنی ہیں کسی چیز کو اوپر سے نیچے لانا۔ مثلاً بچے کو پلنگ سے اتارنا، جہاز سے مسافروں کا اتارنا اور ریل سے سواریوں کو اتارنا وغیرہ ان میں سے کسی کو محاورہ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ ان میں اتارنا حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے لیکن ''دل سے اتارنا''، شیشے میں اتارنا محاورات ہیں کیونکہ یہاں اتارنا مجازی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

Dictionary of literacy terms English-Urdu میں محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح موجود ہے:

"It is to a great measure true follow events at a close hand"(۱۱)

محاورہ کی اس تعریف کے مطابق محاورہ سے مراد بڑے پیمانے پر سچ یا قریب سے واقعات کی پیروی ہے۔ محاورات ہماری ذاتی اور معاشرتی زندگی سے گہرا رشتہ رکھتے ہیں۔ زبان و بیان اور فکر و خیال کے مختلف سلسلوں سے وابستہ ہوتے ہیں۔ ان میں زندگی کا طویل تجربہ اور گہری سچائی پوشیدہ ہوتی ہے۔ زبان کی خوبی، اس کی سلاست، عام فہمی، نرمی، موزونی، چھوٹے چھوٹے الفاظ اور بڑے مطالب پر موقوف ہوتی ہے۔ محاورات وہ ننھے مرقع ہیں جو کسی سماج کے تجربات، تصورات اور تاثرات کی نمائندگی کرتے ہیں۔

فرہنگ عامرہ میں محاورہ کے معنی کچھ اس طرح ملتے ہیں:

''بول چال، بات چیت''(۱۲)

فرہنگ عامرہ میں محاورہ سے مراد بول چال اور بات چیت ہے۔ بول چال کے لغوی معنی گفتگو بولنے کا طریقہ اور بات چیت کے لغوی معنی بھی گفتگو کے ہیں۔

فیروز اللغات میں محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح ملتی ہے:

''وہ کلمہ یا کلام جسے اہل زبان نے لغوی معنی کی مناسبت یا غیر مناسبت سے کسی خاص مفہوم کے لیے مختص کر لیا ہو۔''(۱۳)

فیروز اللغات میں محاورہ کی تعریف بالکل ویسے بیان ہوئی جو فرہنگ آصفیہ میں موجود ہے۔

محاورہ کے حوالے سے منشی چرنجی لال کہتے ہیں:

''محاورہ کسی خاص گروہ کی بول چال عادت، مشق اور مہارت کا نام ہے۔''(۱۴)

منشی چرنجی لال نے کسی خاص گروہ کی زبان کو محاورہ کہا ہے۔ خاص گروہ سے مراد اہل زبان ہیں کیونکہ محاورہ کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اہل زبان کا مسلمہ ہوتا ہے۔ اہل زبان کی عادت، مشق اور مہارت کو محاورہ کا نام دیا گیا ہے۔

محاورات غالب کے مقدمہ میں مالک رام نے محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح کی ہے:

''محاورہ اصطلاح میں ان الفاظ کو کہتے ہیں جو کثرت استعمال سے کوئی خاص معنی اختیار کر لیتے ہیں اور بسا اوقات یہ ان کے لغوی معنی سے مختلف ہوتے ہیں۔''(۱۵)

وہ الفاظ جو ہماری زبان سے ادا ہوتے ہیں جن کو ہم معاشرہ میں رواج پاتے ہوئے دیکھتے ہیں وہی محاورہ بن جاتا ہے اور اس میں کچھ ایسی پہلوداری پائی جاتی ہے کہ معاشرہ کے ذہنی رویوں کو ظاہر کرتا ہے۔ پھر وہ رواج یا سماجی فکر کے مطابق اس محاورہ کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں جو ان کے لغوی معنوں سے بالکل مختلف ہوتے ہیں کیونکہ محاورہ کا تعلق ہمارے رسم و رواج اور روایات سے بھی ہے۔ جو چیزیں ہماری زندگی میں فطری طور پر شامل ہوتی ہیں جن کے بارے میں ہم سوچتے رہتے ہیں یا وہ کسی وجہ سے ہماری معاشرت کا حصہ ہیں تو ان سے متعلق محاورات تشکیل پا جاتے ہیں۔

فرہنگ تلفظ میں محاورہ کی تعریف کچھ یوں رقم ہے:

''وہ فعل مرکب جو مخصوص معنی میں بلا تغیر اسی ترکیب کے ساتھ اہل زبان میں مستعمل ہو۔''(۱۶)

محاورہ کی اس تعریف کے مطابق محاورہ وہ مرکب فعل ہے جو کسی تبدیلی کے بغیر یعنی الفاظ کی تراکیب اور تراتیب میں تبدیلی کے بغیر اہل زبان میں مستعمل ہو۔

مولانا الطاف حسین حالی محاورہ کی تعریف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''محاورہ لغت میں بات چیت کو کہتے ہیں خواہ بات چیت اہل زبان کے روزمرہ کے موافق ہو یا مخالف، لیکن اصطلاح میں خاص اہل زبان کے روزمرہ یا بول چال یا اسلوب بیان کا نام محاورہ ہے۔ پس ضرور محاورہ تقریباً دو یا دو سے زیادہ الفاظ میں پایا جائے کیونکہ مفرد الفاظ کو روزمرہ بول چال یا اسلوب بیان نہیں کہا جاتا۔ بخلاف لغت کے اس کا اطلاق ہمیشہ مفرد الفاظ یا ایسے الفاظ پر جو بمنزلہ مفرد کے ہیں، کیا جاتا ہے۔ مثلاً پانچ اور سات دو لفظ ہیں، جن پر الگ الگ لغت کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ مگر ان میں سے ہر ایک کو محاورہ نہیں کہا جا سکتا بلکہ دونوں کو ملا کر جب پانچ سات بولیں گے تب محاورہ کہا جائے گا۔ یہ بھی ضرور ہے کہ وہ ترکیب جس پر محاورے کا اطلاق کیا جائے قیاس نہ ہو بلکہ معلوم ہو کہ اہل زبان اس کو اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً پانچ سات یا سات آٹھ، آٹھ سات پر قیاس کر کے چھے آٹھ یا آٹھ سات یا سات نو بولا جائے گا تو اس کو محاورہ نہیں کہیں گے کیونکہ اہل زبان کبھی اس طرح نہیں بولتے۔۔۔۔ کبھی محاورہ کا اطلاق خاص کر ان افعال پر کیا جاتا جو کسی اسم کے ساتھ مل کر اپنے حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں جیسے ''اتارنا'' اس کے حقیقی معنی کسی چیز کو اوپر سے نیچے لانے کے ہیں مثلاً گھوڑے سے سوار کو اتارنا، کھونٹی سے کپڑے اتارنا۔۔۔۔ لیکن ان میں سے کسی پر محاورے کے دوسرے معنی صادق نہیں آتے کیونکہ ان سب میں اتارنا اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں نقشہ اتارنا، نقل اتارنا اور دل سے اتارنا۔۔۔ یہ سب محاورے ہیں کیونکہ ان سب مثالوں میں اتارنے کا اطلاق مجازی معنوں پر کیا گیا ہے۔۔۔۔ محاورے کے جو معنی ہم نے اول بیان کیے ہیں وہ عام یعنی دوسرے معنوں میں بھی شامل ہیں لیکن دوسرے معنی پہلے معنی سے خاص ہیں۔ پس جس ترکیب کو پہلے معنوں کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جائے گا، اس کو دوسرے معنوں کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جا سکتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ جس ترکیب کو پہلے معنوں کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جائے اس کو دوسرے معنوں کے لحاظ سے بھی محاورہ کہا جائے مثلاً تین پانچ کرنا (جھگڑا کرنا) اس کو دونوں لحاظ سے محاورہ کہہ سکتے ہیں کیونکہ یہ ترکیب اہل زبان کی بول چال کے موافق ہے اور تین پانچ کا لفظ اپنے حقیقی معنوں میں نہیں بلکہ مجازی معنوں میں بولا گیا ہے لیکن روٹی کھانا، میوہ کھانا یا پانچ سات یا دس بارہ پہلے معنوں کے لحاظ سے محاورہ قرار پا سکتے ہیں نہ کہ دوسرے معنوں کے لحاظ سے کیونکہ تمام تراکیبیں اہل زبان کی بول چال کے موافق ضرور ہیں مگر ان میں کوئی لفظ مجازی معنوں مستعمل نہیں ہوا۔''(۱۷)

مولانا حالی کے اس طویل اقتباس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ:

1. محاورے کے لیے دو یا دو سے زائد الفاظ پر مشتمل ہونا ضروری ہے یعنی محاورہ کبھی ایک لفظ پر مشتمل نہیں ہو گا۔
2. محاورے میں الفاظ کی ترتیب و ترکیب کسی ثقہ یا معتبر کے قیاس پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ اس کا معاشرتی تراکیب و تراتیب کے موافق

ہونا ضروری ہے۔

3. محاورہ کا اطلاق ان افعال پر بھی ہوتا ہے جو فقرے میں اسم کے ساتھ مل کر مجازی معنی دیتے ہیں۔

4. حالی کے مطابق محاورہ دوہرے معنی کا حامل ہو سکتا ہے: ایک لغوی معنی اور دوسرے مجازی معنی۔

''لسانی مقالات'' میں سید قدرت نقوی محاورہ کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کچھ یوں بیان کرتے ہیں:

''اگر الفاظ اپنے لغوی معنی میں مستعمل ہوں اور ترتیب و ترکیب اہل زبان کے استعمال کے مطابق ہو تو اس کو اصطلاحً روزمرہ کہا جاتا ہے اور اگر مجازی معنی میں مستعمل ہوں تو محاورہ''(۱۸)

گویا اس محاورے کے مطابق محاورے میں بنیادی بات یہی ہے کہ اس کے الفاظ اہل زبان کی ترتیب و ترکیب کے مطابق مجازی معنی میں استعمال کیے گئے ہوں۔

گوپی چند محاورے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

''دو آزاد فعلیہ سے مل کر بننے والے مرکب افعال دراصل ایک طرح کے محاورے ہیں جو کثرتِ استعمال سے خاص معنی دینے لگتے ہیں۔ مثلاً چل پڑنا، آ جانا، بیٹھ جانا، سن لینا، سمجھ جانا، کھا چکنا،۔۔۔۔ گر پڑنا، مار ڈالنا، پڑھ لینا،۔۔۔۔لے دینا، لے چلنا، لے بھاگنا وغیرہ گرنا اور پڑنا دو مختلف فعل ہیں۔ جب کہ گر پڑنا میں مرکب ہو کر استعمال ہوتے ہیں تو ان کے لغوی معنی میں توسیع ہو جاتی ہے۔ اب مرکب فعل سے الگ مفہوم برآمد ہوتا ہے یہی محاورے کی شان ہے۔''(۱۹)

اس طرح وہ مرکب افعال جو اسم کے بعد فعل لگانے سے بنتے ہیں۔ ان سے بھی محاورے کو نئی شان ملتی ہے کیونکہ دوسرے جز کے ساتھ مل کر پہلے جز کے معنی کو وسعت مل جاتی ہے اور اس طرح ان سے ایک نیا مفہوم برآمد ہوتا ہے مثلاً دل پھرنا، آنکھ پھڑکنا، دل جلانا وغیرہ۔

''کیفیہ'' میں پنڈت برج موہن دتا تریہ کیفی محاورے کے بارے میں اس طرح بیان کرتے ہیں:

''وہ کلام جس کے لفظ اپنے معنی غیر موضوع تر میں استعمال ہوتے ہوں محاورہ ہے۔ محاورہ کم سے کم دو کلموں سے مرکب ہوتا ہے محاورہ قواعد کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتا۔''(۲۰)

وہ آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:

''یہ جو کہا جاتا ہے کہ اکثر محاوروں کی بنیاد استعارے پر ہوتی ہے درست معلوم نہیں ہوتا۔ استعارے کی جگہ تمثیل کہا جائے تو مضائقہ نہیں۔''(۲۱)

جبکہ مولانا الطاف حسین حالی نے مقدمہ شعر و شاعری میں لکھا کہ محاورات کی بنیاد استعارے پر ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

''اکثر محاورات کی بنیاد اگر غور کر کے دیکھا جائے تو استعارہ پر ہوتی ہے۔ مثلاً جی اچٹنا۔ اس میں جی کو ان چیزوں سے تشبیہ دی گئی ہے جو سخت چیز پر لگ کر اچٹ جاتی ہے جیسے کنکر، پتھر، گیند وغیرہ یا مثلاً جی بٹنا اس میں جی کو ایسی چیز سے تشبیہ دی گئی ہے جو منقسم اور متفرق ہو سکے۔ آنکھ

کھلنا، دل کملانا، غصہ بھڑکنا، کام چلنا اور اسی طرح ہزار ہا محاورے استعارہ پر مبنی ہیں۔"(۲۲)

محاورہ زبان میں استعاراتی عمل ہے۔ جس میں کہیں تشبیہ کا رشتہ قائم ہوتا تو کہیں تمثیل کا تو کہیں تلمیح کا اس سے خاص معنی مراد لیے جاتے اور یہ معنی مرادی ہوتے ہیں اور لغت کے تابع نہیں ہوتے۔ ان تمام تصرحات کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر محاورے کی تعریف کی جائے تو وہ کچھ اس طرح ہو گی۔

1) محاورہ دو یا دو سے زائد الفاظ کا مجموعہ ہوتا ہے۔

2) محاورے میں اسم اور مصدر کا آنا لازمی ہے۔

3) اسم اور مصدر کے ملاپ سے مجازی معنی کا برآمد ہونا ضروری ہے۔

محاورات کسی بھی زبان کا حسن ہوتے ہیں۔ یہ کسی بھی زبان کے ماتھے کا جھومر ہیں جو اس زبان کے حسن کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ ان کا موقعہ محل کے مطابق استعمال تحریر و تقریر کو پر زور اور خوبصورت بنا دیتا ہے۔ یہ وہ ننھے مرقع ہیں جن کے ذریعے طویل تجربات اور مشاہدات محض چند الفاظ میں سمو دیا جاتا ہے۔ محاورات کسی بھی زبان کا مرکزی نکتہ ہیں جو مختصر ہونے کے باوجود بھی اپنے ارد گرد پھیلی تمام تر حقیقتوں کو اپنے دامن میں سمو لیتے ہیں۔ یہ ہمارے ارد گرد موجود چیزوں سے وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔ تجربات اور مشاہدات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ یہ ہمارے ارد گرد موجود چیزوں سے وابستگی ظاہر کرتے ہیں۔ محاورات کی تخلیق میں تجربات و مشاہدات کا بہت زیادہ دخل ہوتا ہے۔ اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ محاورات بھی ادب کی ایک صنف ہیں جو کہ انتہائی مختصر ہے لیکن ہر طرح کے شعری لوازمات کی حامل ہوتی ہے۔ محاورہ کی تخلیق کسی کی ذات سے منسوب نہیں ہوتی بلکہ یہ فطرت کا عام عطیہ ہیں۔ اس تخلیقی عمل میں عورتیں، جوان، بوڑھے، بچے اور مرد برابر کے شریک ہوتے ہیں۔ محاورات میں ایک تو وہ محاورات ہیں جو بار بار ضبط تحریر میں آتے ہیں اور دوسرے وہ جو عام بول چال کا تو حصہ ہیں لیکن ادب میں تحریری حیثیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ عورتوں کے محاورات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے کیونکہ عورتیں مردوں کی نسبت زیادہ خوبصورت اور لطیف الفاظ کا استعمال اپنی روزمرہ کی گفتگو میں کرتی ہیں۔ اردو محاورات کی تاریخ میں عورتوں کے محاورات پر کافی ساری کتب لکھی گئیں اور جو محفوظ ہو چکے ہیں۔

ڈاکٹر عشرت جہاں ہاشمی اپنی تصنیف اردو محاورات کا تہذیبی مطالعہ عورتوں کی زبان کے حوالے سے لکھتی ہیں:

"عورتیں اپنے گرد و پیش کے الفاظ چنتی ہیں۔ ان کے ہاں کسی شے کی جزئیات کو پیش کرنے کے لیے الفاظ کی کمی نہیں ہوتی اس لیے مردوں کی بجائے عورتوں کی لکھی ہوئی کتابیں زیادہ عام فہم، صاف اور شیشہ ہوتی ہیں۔ عورتیں لسانی اعتبار سے زیادہ تیز طرار ہوتی ہیں۔ وہ سیکھنے کا شوق رکھتی ہیں سننے میں تیز ہیں اور جواب دینے پر زیادہ قدرت رکھتی ہیں۔ دنیا بھر میں عورتیں باتونی مشہور ہیں۔ مردوں کے برعکس الفاظ ٹٹولنے اور تولنے میں دیر نہیں لگتی۔ عورتیں نئی نئی اصطلاحیں محاورے وضع کر لیتی ہیں جن میں اکثر خوش آواز مترنم اور پر لطف ہوتے ہیں۔"(۲۳)

لسانی مقالات میں محاورات کی اقسام پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ تقریباً محاورات کی بارہ اقسام بتائی گئی ہیں۔(۱) حیوانی محاورے مثلاً دم دبا کر بھاگنا (۲) اعضائی محاورے مثلاً پیٹ کا ہلکا ہونا (۳) نباتاتی محاورے مثلاً مولی گاجر ہونا (۴) خورد نوشی محاورے مثلاً ٹیڑھی کھیر ہونا (۵) پوشاکی محاورے مثلاً دامن چھاڑنا (۶) موسمی محاورے مثلاً ہوا باندھنا (۷) فلکیاتی محاورے مثلاً تارے گردش میں ہونا (۸) عددی محاورے مثلاً تین پانچ کرنا (۹) رزم و شجاعت کے محاورے مثلاً رن پڑنا (۱۰) نفسیاتی محاورے مثلاً دیکھتے رہ جانا (۱۱) آبی محاورے مثلاً لہر اٹھنا (۱۲) حرفت کے محاورے مثلاً سوسنار کی ایک لوہار کی۔

محاورہ زبان و بیان اور فکر و خیال کے مختلف سلسلوں سے وابستہ ہوتا ہے۔ ان میں زبان کے اداواری اور علاقائی رویہ بھی شامل ہوتا ہے۔ اردو زبان ایک ہمہ گیر زبان ہے جس نے دوسرے علاقوں کی زبان کے بھی اثرات قبول کیے اس کے علاوہ دوسری زبانوں کے کثیر الفاظ کو اپنے دامن میں جگہ دی۔ اردو زبان میں ہندی، فارسی، پنجابی، عربی اور گجراتی زبانوں کے بہت سے الفاظ اردو الفاظ کے ساتھ مل کر یا مکمل محاورے کی صورت میں استعمال ہوئے ہیں۔ مثلاً ''برافروختہ ہونا'' ایک فارسی محاورہ ہے لیکن اردو زبان میں مستعمل ہے۔

ہمارے ہاں مختلف مواقع پر الگ الگ قسم کے محاورے بولے جاتے ہیں۔ خوشی کے موقع پر الگ محاورے بولے جاتے ہیں۔ ''پھول کھلنا'' محاورہ جو عام طور پر خوشی کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ اس طرح ''قلیجہ پھٹنا'' غم کے موقع پر بولا جاتا ہے۔ ایسے بہت سے محاورات زبان اردو میں موجود ہیں اور شعراء نے مختلف کیفیات کا اظہار کرنے کے لیے ان محاورات کا استعمال اپنے کلام میں موقع محل کے مطابق کیا ہے۔ جس سے ان کے کلام میں زور اور خوبصورتی پیدا ہوئی ہے مثلاً غالب کا یہ شعر:

غالب خجستہ کے بغیر کون سے کام بند ہیں!
روئیے زار زار کیا؟ کی جیے ہائے ہائے کیوں؟(۲۴)

اگرچہ علاقائی لحاظ سے لوگوں کا رہن سہن، ان کے رسم و رواج اور معاشرت میں فرق ہوتا ہے اس لئے ان کے بولنے کے انداز میں بھی فرق ہوتا ہے لیکن یہ ضروری نہیں ایک علاقے کے محاورے کو صرف اسی علاقے میں قبولیت عام کی سند حاصل ہو۔ وہ محاورہ دوسرے علاقوں میں بھی مقبول ہو سکتا ہو لیکن بات اس کے مخالف بھی ہو سکتی ہے کہ ایک علاقے کا محاورہ صرف اسی علاقے میں مشہور ہو۔

کسی بھی معاشرے کے رویوں اور لسانی مراحل کو سمجھنے میں محاورات مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ ہماری کل نفسیات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ بہت سے محاورات کا تعلق ہمارے اعضاء سے ہوتا ہے جیسے آنکھ، ناک، کان، جگر، دل، پاؤں، ہاتھ، ٹانگ، کلیجہ اور سر وغیرہ مثلاً آنکھ آنا، ناک رگڑنا، کان کھلے رکھنا، جگر چاک کرنا، دل تھام کر رہ جانا، پاؤں پھیلانا، ٹانگ اڑانا، کلیجہ پھٹنا، سر پر چڑھانا وغیرہ ایسے ہزارہا محاورات اردو زبان میں موجود ہیں۔

لسانی مقالات میں درج ہے کہ:

''زبان کا وہ عظیم سرمایہ جو بزرگوں سے ہمیں ورثے میں ملا ہے، اس میں محاورات کا درجہ بہت بلند ہے۔''(۲۵)

اردو زبان میں محاورات کا ذخیرہ شاید تمام زبانوں سے زیادہ ہے۔ یہ اردو زبان کا ایک نا قابل شکست حصہ ہیں۔ جو ہمارے پرکھوں کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ اگرچہ ۱۸۵۷ء تک زبان تہذیبی مراحل طے کرتی رہی اور اس کے نظم و نثر میں نئے نئے تجربات ہوتے رہے لیکن پھر بھی ہمارے شعراء اور ادباء نے محاورات کو زبان کا سرمایہ بنانے کی سر توڑ کوشش کی۔ انھوں نے اپنے کلام میں زیادہ سے زیادہ لفظوں اور محاورات کو استعمال کرنے کی کوشش کی اور ان کے مختلف معانی پیش نظر مناسب محل استعمال متعین کر کے آئندہ نسلوں کی رہنمائی کی۔ اس طرح انہوں نے زبان کو آراستہ کیا۔ مختلف شعراء نے اپنے کلام میں محاورات کا استعمال کیا خواہ وہ نظم ہو، نثر اور یا غزل ان میں محاورات کا استعمال تحریر کو زیادہ خوبصورت اور زود فہم بنا دیتا ہے۔ تمام بڑے شعراء جن میں مومن، آتش، ذوق، غالب، داغ، جوش وغیرہ شامل ہیں سب نے محاورات کا بر محل استعمال کیا ہے۔ مثلاً:

کانٹا سا کھٹکتا ہے کلیجے میں غم ہجر
یہ خار نہیں دل سے گل اندام نکلتا(۲۶)
(مومن)

مومن نے اس شعر میں بہت خوبصورتی کے ساتھ کانٹا سا کھٹکنا محاورہ کا استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں ناگوار خاطر ہونا، برا لگنا، نہایت ناگوار گزرنا۔

کہے ہے خنجر قاتل سے یہ گلو میرا
کمی جو مجھ سے کرے تو پئے لہو میرا(۲۷)
(ذوق)

اس شعر میں ابراہیم ذوق ''لہو پینا'' محاورہ کا استعمال کیا ہے۔ جس کے معنی ہیں ''خون چوسنا''تکلیف دینا۔

جس نے ہمارے دل کا نمونا دکھا دیا
اس آئینے کو خاک میں اس نے ملا دیا(۲۸)
(داغ)

اس شعر میں داغ دہلوی نے خاک میں ملانا محاورہ کا استعمال کیا جس کے معنی مٹی میں ملانا، تباہ و برباد کرنے کے ہیں۔

جب بھی کلاسیکی شاعری میں محاورات کا ذکر آتا ہے، تو بندے کا ذہن داغ اور ذوق جیسے شعراء کی طرف رجوع کر جاتا ہے۔ جنہوں نے اس فن میں سب کو اپنے ہنر کا قائل کر کے رکھ دیا۔ جدید شعراء میں فن محاورہ کی جوش نے بڑی حد تک حوصلہ افزائی کی ہے کیونکہ وہ ایک سلجھے اور منجھے ہوئے فن کار ہیں۔ جنہوں نے اپنی شاعری کے ہر محاسن کا پورا پورا خیال رکھا۔ جب ہم ایک مکان تعمیر کرتے ہیں تو وہ اینٹوں کے زیرِ اثر رہنے کے قابل تو ہو جاتا ہے مگر اس کی مضبوطی اور رنگت کوئی اچھا تاثر نہیں دے رہی ہوتی کہ لوگوں کی توجہ کا مرکز بن سکے پھر ان کو تاہیوں

کو پورا کرنے کے لئے مکان کو سیمنٹ کیا جاتا ہے۔ جس سے وہ مکان مضبوط تر ہو جاتا ہے۔ پھر اس پر مختلف رنگوں سے ڈیزائن بنائے جاتے ہیں۔اس پر پھول پتیاں بنائی جاتی ہیں جو روشنی کا خوبصورت منظر پیش کر رہی ہوتی ہیں یوں نہ صرف وہ مکان خوبصورت ہو جاتا ہے بلکہ سب کی توجہ کا مرکز بھی بن جاتا ہے۔ شعر کی مثال بھی اس مکان کی سی ہے اگر اس کی ساخت پر خصوصی توجہ دی جائے تو اس سے شعر کا حسن دو بالا ہو جاتا ہے۔ شعر میں محاورات کا بر محل استعمال کر کے حسن کو چار چاند لگائے جا سکتے ہیں۔اس سے شعر میں تاثیر اور چاشنی کی کیفیت حد درجہ بڑھ جاتی ہے۔ مثلاً جب ہم جوش کی نظم اور غزل پر نظر ڈالتے ہیں تو ہم پر یہ راز عیاں ہوتا ہے کہ ان کی پوری نظم اور غزل میں اسی شعر کا قد بلند و بالا ہوتا ہے جس میں محاورے کا استعمال ہوتا ہے۔وہ شعر بولتا ہوا نظر آتا ہے اور لوگوں کے نہ صرف استقبال کے لیے کھڑا ہوتا ہے بلکہ انہیں اپنی گرفت میں لے کر نئی دنیاؤں کی سیر بھی کراتا ہے جس میں ترنم اور موسیقیت کی ایک گونج سنائی دیتی ہے۔

جوش کے بارے میں پروفیسر احتشام حسین اپنے خیالات کا اظہار یوں کرتے ہیں:

”جوش کا سینہ کتنے متضاد اور متصادم عناصر کی جولان گاہ ہے۔ کیا ان کی شخصیت میں ان کا اظہار نہیں ہو گا؟ پھر کیا جوش کی شخصیت ایک پارہ پارہ بیمار شخصیت ہے ایسا نہیں ہے۔ان کا کردار ایک ایسے ذہین، ذکی اور ذو حِس انسان کا کردار ہے جو عمل میں کم اور خیال میں زیادہ۔اپنے ماحول اور گردو پیش کے واقعات سے متاثر ہوتا ہے۔۔۔۔ یہ چیز ان کا افتاد مزاج سے ہم آہنگ ہے کیونکہ ان میں ناز برداری کے متمنی ایک عیش پسند کی روح ہے۔ جس کا بچپن پھولوں کے سیج پر گزرا۔ جو محبت میں کامیاب رہا جس نے اپنی راتیں زلفوں کے سائے میں گزاریں جو اپنے حسبِ توقع نہ سہی پھر بھی ملک کی ایک متاع عزیز بننے میں کامیاب ہوا۔“[۲۹]

یہ ایک ابدی حقیقت ہے جس کو کوئی تسلیم کرے یا نہ کرے ہر خوبصورت چیز دیکھنے والے کی آنکھ کو متاثر کرتی ہے۔اسے جذب کر لیتی ہے۔ اسے مجبور کر دیتی ہے۔اسے عشق و محبت کا پیمان باندھنے کا پیغام دیتی ہے۔ بالکل محاورے بھی جوش کی شاعری کا حسن ہیں جو قارئین ادب پر ہر طرح کا اثر چھوڑتے ہیں۔

وفا کی انجمن شوق میں تھی شیر و شکر
جراہت دل صد چاک تیغ صاعقہ خو[۳۰]

اس شعر میں جوش نے محاورے کا بر محل استعمال کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں ہمارے دل میں محبوب سے ملنے کی مسلسل تمنا ہے مگر فراق کا سامنا رہا۔ اب ہمارے جزبات نے اتنے گہرے زخم پیدا کر لیے ہیں کہ بجلی کی طرح ہمارے دل چیر دیے ہیں۔انسانی جزبات، میل ملاپ اور حسن و عشق کی کیفیت پیدا کرنے کے لیے جوش نے شیر و شکر کے محاورے کا استعمال کیا جو پورے شعر پر حاوی رہا ہے۔ جوش محبت کے جذبات کو محاورے کے استعمال سے ایک نیا رخ دیتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں:

آجا مرتا ہوں غم کے مارے آجا
بھیگی ہوئی رات کے شرارے آجا[۳۱]

اس شعر میں رات بھیگنا محاورہ ہے جس کا مطلب آدھی رات کے بعد کا عمل۔ جوش بے ساختگی سے یہ خوبصورت محاورہ اپنے شعر میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں رات کے پہلے پہر تیرا انتظار رہا اور میں تیری رنگینیوں میں اس قدر کھو گیا ہوں کہ رات کے آخری پہر بھی نیند آنکھوں سے روٹھ گئی۔

جوش ایک ایسے شاعر ہیں جن کی شاعری رنگ سامانیوں کا ایک حسین قلزم ہے جس میں رنگ رنگ کے دھارے بہتے ہیں۔ ایک مفہوم کو ادا کرنے اور اس کے اطراف وجہات کو مرطب اور مکمل کرنے کے لیے اور اس کی تفصیل بیان کرنے کے لیے ان کا قلم لکھتا چلا جاتا جسے دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ رشید حسن خان لکھتے ہیں:

''شاعری کے سلسلے میں اس بات کو سبھی مانتے ہیں کہ بے شمار الفاظ گویا ہاتھ باندھے ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں۔''[۳۲]

جوش کی صرف نظم ہی نہیں بلکہ نثر بھی محاورات کا ایک حسین سمندر ہے مثلاً یادوں کی برات کا ایک چھوٹا اقتباس ملاحظہ ہو:

''جانتا ہوں کہ بدتوفیق صالحین میری یہ بات سن کر منھ بنالینگے لیکن ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ ہر چند میرے بال سفید ہو چکے ہیں لیکن بحمد للہ کے میرا نامہ اعمال ابھی تک سیاہ ہے۔''[۳۳]

اس چھوٹے سے اقتباس میں انھوں نے منھ بنالینا (تیور چڑھالینا)، ڈنکے کی چوٹ پر کہنا (صاف صاف کہنا) اور بال سفید ہونا محاورات ہیں۔

اردو زبان میں محاورات کا سرمایہ وسیع اور عظیم ہے۔ محاورات کے لحاظ سے ہماری زبان دنیا کی عظیم زبان ہے۔ محاوروں کی تخلیق وایجاد میں ہمارے بزرگوں کی کاوش قابل دید ہے۔ ہمارے علماء، ادباء اور شعراء حضرات نے انہیں آگے بڑھانے کے لیے محنت وجدوجہد سے کام لیا۔ جوش کا نام ان میں سرفہرست اعلیٰ ہے۔ ان کے کلام میں محاورات کا وسیع ذخیرہ موجود ہے جو ان کی زبان کے وسیع علم اور زورِ قلم کا منھ بولتا ثبوت ہیں۔

حوالہ جات

1۔ حیدر علی آتش، کلیات حیدر علی آتش، مرتبہ: نیاز احمد، ۲۰۰۷ء، ص:۴۲۶

2۔ دیوانِ غالب، مرزا اسد اللہ خان غالب، لاہور: مطبع ریاض شہباز پریس، ۲۰۰۱ء، ص: ۸۵

3۔ ایضاً، ص: ۲۴۹

4۔ ہلال نقوی، ڈاکٹر، کلیاتِ جوش ملیح آبادی، کراچی: ویلکم بک کارنر، ۲۰۲۱ء، ص: ۲۰۷

5۔ سید احمد دہلوی، فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، دہلی: ترقی اردو بورڈ ایڈیشن، ص: ۳۰۳

6۔ کلاسیکی ادب کی فرہنگ، جلد اوّل، مرتبہ: رشید حسن خان، ۲۰۱۳ء، ص: ۵۹۹

7۔ کریم الدین، کریم اللغات، لکھنؤ: مطبع منشی تیج کمار، ۱۹۸۷ء، ص: ۱۴۸

8۔ لغات کشوری، لکھنؤ: مطبع نول کشور، ۱۹۲۲ء، ص: ۴۳۹

9۔ باغ و بہار از میر امن دہلوی، تحقیق وتنقید، ڈاکٹر سہیل عباس بلوچ، ملتان لاہور: بیکن بکس، ۲۰۱۴ء، ص: ۳۲

10۔ اردو لغت (تاریخی اصول پر) کراچی: اردو لغت بورڈ، جلد ہفتم، دسمبر ۲۰۰۰ء، ص:۵۱۸

11۔ کلیم الدین احمد، پروفیسر، The Dictionary of Literary Term English Word نئی دہلی: ترقی اردو بیورو، ۲۰۰۶ء، ص: ۱۰۸

12۔ عبداللہ خویشگی، فرہنگ عامرہ، ص:۴۵۸

13۔ فیرازالدین، مولوی، فیروزاللغات، لاہور: مطبوعہ فیروز سنز پرائیویٹ لمیٹڈ، ۲۰۱۰ء، ص:۱۲۱۰

14۔ منشی چرنجی لال، مخزن عالمی محاورات، لکھنؤ: مقبول اکیڈمی، ۱۹۷۷ء، ص:۱۸۰

15۔ نریش کمار، محاوراتِ غالب، دہلی: انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۷ء

16۔ شان الحق حقی، فرہنگ تلفظ، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان اردو، طبع اول، ۱۹۹۰ء، ص:۸۴۵

17۔ الطاف حسین حالی، مقدمہ شعر وشاعری، علی گڑھ: مسلم یونیورسٹی پریس، ۱۹۲۸ء، ص:۱۶۰

18۔ سید قدرت نقوی، لسانی مقالات حصہ اول، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۸ء، ص:۲۳۱

19۔ گوپی چند نارنگ، اردو زبان ولسانیات، رام پور: سلسلہ مطبوعات، رضالائبریری، ۲۰۰۶ء، ص:۵۷

20۔ دتاتریہ کیفی، کیفیہ از برج موہن، مکتبہ معین الادب، اردو بازار لاہور، مارچ ۱۹۵۰ء، ص:۱۷۸

21۔ ایضاً

22۔ مقدمہ شعر وشاعری، مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ، ۱۹۲۸ء، ص:۱۶۰

23۔ عشرت جہاں ہاشمی، اردو محاورات کا تہذیبی مطالعہ، دہلی: مطبع مرکزی پرنٹرس، چوڑی والان، جامع مسجد، ۲۰۰۶ء، ص:۲

24۔ مرزا اسداللہ خان غالب، دیوانِ غالب، لاہور: مطبع ریاض شہباز پریس، ۲۰۰۱ء، ص:۱۸۸

25۔ سید قدرت نقوی، لسانی مقالات، اسلام آباد: مقتدرہ قومی زبان، جون ۱۹۸۸ء، ص:۲۳۱

26۔ مومن خان مومن، دیوانِ مومن، حیدر آباد: مطبوعہ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، چار کمان، ص:۹

27۔ شیخ ابراہیم ذوق، دیوانِ ذوق، لاہور: علمی پرنٹنگ پریس، ص:۱۴

28۔ داغ دہلوی، آفتاب داغ دیوان دوم، لکھنؤ: سر فراز قومی پریس، ۱۸۸۲ء، ص:۱۴

29۔ قمر رئیس (مرتب) جوش ملیح آبادی، خصوصی مطالعہ، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص:۳۰۸

30۔ ڈاکٹر ملیح آبادی، کلیات جوش ملیح آبادی، دہلی: فرید بک ڈپو، ۲۰۰۷ء، ص:۲۶۳

31۔ ایضاً، ص:۶۱۴

32۔ جوش ملیح آبادی، خصوصی مطالعہ، مرتب: قمر رئیس، دہلی: تخلیق کار پبلشرز، ۱۹۹۳ء، ص:۲۹۰

33۔ جوش ملیح آبادی، یادوں کی برات، لاہور: مکتبہ شعر وادب، ۱۹۷۵ء، ص:۱۶

References

1. Haider Ali Atash, Kalyat Haider Ali Atash, edited by Niaz Ahmed, 2007, p. 426
2. Diwan-e-Ghalib, Mirza Asadullah Khan Ghalib, Lahore: Riaz Shahbaz Press, 2001, p. 85
3. Ibid., p. 249
4. Hilal Naqvi, Dr., Kalyat-e-Josh Malihabadi, Karachi: Welcome Book Corner, 2021, p. 720

5. Syed Ahmed Dehlvi, Farhang Asifiya, Volume IV, Delhi: Tarqee Urdu Board Edition, p. 303
6. Dictionary of Classical Literature, Volume I, edited by Rashid Hassan Khan, 2013, p. 599
7. Karimuddin, Karim Lughat, Lucknow: Munshi Tej Kumar Press, 1987, p. 148
8. Lughat Kishori, Lucknow: Naul Kishor Press, 1922, p. 439
9. Bagh-e-Bahar Izmir-e-Aman Dehlvi, Research and Criticism, Dr. Sohail Abbas Baloch, Multan Lahore: Beacon Books, 2014, p. 32
10. Urdu Dictionary (on Historical Basis) Karachi: Urdu Dictionary Board, Volume VII, December 2000, p. 518
11. Kaleem-ud-Din Ahmed, Professor, The Dictionary of Literary Term English Word New Delhi: Tarqee Urdu Bureau, 2006, p. 108
12. Abdullah Khoshgi, Farhang Ameera, p. 458
13. Firazuddin, Maulvi, Feroz Lughat, Lahore: Feroz Sons Private Limited, 2010, p. 1210
14. Munshi Charanchi Lal, Makhzan Alami Ishamat, Lucknow: Maqbool Academy, 1977, p. 180
15. Naresh Kumar, Ishamat-e-Ghaleeb, Delhi: Anjuman Tarqee Urdu, 1967
16. Shan-ul-Haq Haqi, Dictionary of Pronunciation, Islamabad: Muqtadarah Qaumi Zaban Urdu, first edition, 1990, p. 845
17. Altaf Hussain Hali, Poetry and Poetry, Aligarh: Muslim University Press, 1928, p. 160
18. Syed Qudrat Naqvi, Linguistic Articles, Part I, Islamabad: Muqtadarah Qaumi Zaban, June 1988, p. 231
19. Gopichand Narang, Urdu Language and Linguistics, Rampur: Series of Publications, Raza Library, 2006, p. 57
20. Datta Triya Kaifi, Kaifia by Burj Mohan, Maktaba Moin Adab, Urdu Bazaar, Lahore, March 1950, p. 178
21. Ibid.
22. Poetry and Poetry, Muslim University Press, Aligarh, 1928, p. 160
23. Ishrat Jahan Hashmi, A Cultural Study of Urdu Idioms, Delhi: Central Printers Press, Chouri Walan, Jamia Masjid, 2006, p. 2
24. Mirza Asadullah Khan Ghalib, Diwan-e-Ghalib, Lahore: Riaz Shahbaz Press, 2001, p. 188
25. Syed Qudrat Naqvi, Linguistic Essays, Islamabad: Muqtadara Qaumi Zaban, June 1988, p. 231
26. Momin Khan Momin, Diwan-e-Momin, Hyderabad: National Fine Printing Press, Char Kaman, p. 9
27. Sheikh Ibrahim Zawq, Diwan-e-Zawq, Lahore: Ilmi Printing Press, p. 14
28. Dagh Dehlvi, Aftab Dagh Diwan-e-Dum, Lucknow: Sarfaraz Qaumi Press, 1882, p. 14
29. Qamar Raees (compiled) Josh Malihabadi, Special Study, Delhi: Khurasan Kar Publishers, 1993, p. 308
30. Dr. Malihabadi, Kulyat Josh Malihabadi, Delhi: Farid Book Depot, 2007, p. 263
31. Ibid, p. 614
32. Josh Malihabadi, Special Study, Compiled by Qamar Raees, Delhi: Creator Publishers, 1993, p. 290
33. Josh Malihabadi, Yaadon Ki Barat, Lahore: Maktaba Sheer Wa Adab, 1975, p. 16